حدائق داؤدی

تاریخ سلسلۂ صابریہ کا ایک اہم ماخذ

جناب محمد اقبال صاحب مجددی لاہور

حدائقِ داؤدی کی اہمیت واضح کرنے سے پیشتر اس کے معاصر یا قریب العہد چند تذکروں (جن میں شیخ داؤد گنگوہی کے حالات پائے جاتے ہیں) کا مختصر تعارف کروایا جاتا ہے۔

• مرآۃ الاسرار: مولفہ عبدالرحمٰن بن عبدالرسول چشتی المتوفی ۱۰۹۴ھ، سال تالیف (ابتداء ۱۰۴۵ھ تکمیل ۱۰۶۵ھ) اس کتاب میں مولف نے سلسلۂ چشتیہ کے مشائخ کے حالات آغاز سے مخدوم شیخ عارف بن احمد عبدالحق رح تک مفصل اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی رح تا شیخ داؤد گنگوہی اجمالاً درج کیے ہیں۔ شیخ داؤد گنگوہی اس کتاب کی تالیف کے وقت زندہ تھے مولف لکھتا ہے:

الحال حضرت شیخ داؤد بن شیخ محمد صادق صورتاً و معناً قائم مقام پدرِ عالی قدرِ خود است حق تعالیٰ ذات بابرکات اورا بجائے آبا و اجداد خود سالہا بسیار سلامت دارد۔[1]

---

[1] اقتباس الانوار ص ۳۰۷ بحوالہ مرآۃ الاسرار (مرآۃ الاسرار کا کوئی خطی نسخہ اس وقت پیش نظر نہیں ہے اس لیے مجبوراً اقتباس الانوار کا سہارا لینا پڑا اگرچہ مرآۃ الاسرار کے مختلف نسخے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں مثلاً (۱) رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ (۲) بانکی پور (۳) بوہار لائبریری (۴) کتاب خانہ آصفیہ وغیرہم)

معارج الولایت: مولفہ غلام معین الدین عبداللہ خویشگی قصوری سالِ تالیف ۱۰۹۴ھ
یہ کتاب قریباً ساڑھے چار سو مشائخ کے تراجم پر مشتمل ہے۔ چشتی مشائخ کے حالات مفصل اور دیگر تراجم قدرے اجمالاً تحریر کئے گئے ہیں۔ اس میں شیخ محمد صادق گنگوہی کے حالات کے باب میں ان کے صاحبزادے شیخ داؤد کا اجمالاً تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے:

"شیخ داؤد کہ پسر آں حضرت (شیخ محمد صادق گنگوہی) بود، و والیٔ دہلی اورا البقول مدعیان حبس کردہ وی آنرا متحمل گشت تا آنکہ برأت ذمہ او ظاہر شد واز حبس خلاص یافت"[1]

اقتباس الانوار، مؤلفہ شیخ محمد اکرم براسوی سالِ تالیف ۱۱۳۲ھ[2]۔

اقتباس الانوار، حدائق داؤدی کی قریب العہد تصنیف ہے اور اس میں شیخ داؤد گنگوہی کے حالات نہایت شرح وبسط سے ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ دونوں کتابوں کے اکثر واقعات آپس میں منطبق ہیں اس لیے اس کا قدرے تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

مؤلف کے حالات تذکروں میں تفصیل سے مرقوم نہیں ہیں لہٰذا خود مؤلف نے اپنے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔

اپنے سلسلۂ نسب کے باب میں مؤلف لکھتا ہے[3]:

(محمد اکرم بن محمد علی) بن الٰہ بخش بن اسماعیل ثانی بن بہار الدین بن فتح اللہ بن صدرالدین

---

[1] معارج الولایت ورق ۳۴۷ ا خطی نسخۂ ذخیرۂ آذر ۲۵۸ مخزونہ دانش گاہ پنجاب لاہور
راقم الحروف کو معارج الولایت کے اس وقت تک صرف تین قلمی نسخوں کا علم ہے۔
(۱) نسخۂ شیرانی (ناقص الاول) (۲) نسخۂ آذر مذکورہ مکتوبہ ۱۱۱۱ھ تعداد اوراق ۶۵۴ سطور فی ورق ۱۹ تقطیع ۸.۸″ × ۶″ (۳) نسخہ پروفیسر خلیق احمد نظامی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
[2] اقتباس الانوار کے سالِ تالیف پر مفصل بحث اپنے مقام پر آئے گی۔
[3] القاب حذف کر دیئے گئے ہیں۔

بن علیم الدین بن نجم الدین بن زین الدین بن محمد عاشق بن شیخ محمد بن قدوۃ الدین بن حمید الدین ثانی بن جمال الدین بن کمال الدین ہدایت اللہ بن نور الدین سلمان بن تاج الدین بران بن شیخ مسعود بن شیخ محمود بن شیخ احمد بن حمید الدین اول بن ضیاء الدین بن ناصر الدین بن اسماعیل اول بن سید نعمان بن ثابت[۵]۔

مولف شیخ سوندھا سفیدونی کا مرید تھا ۱۱۱۱ھ میں خرقۂ خلافت ملا۔

...... من الفقیر المرخص شیخ سوندھا ساکن قصبۂ سفیدون[۶] کتبہ وحررہ فی سنہ احدی عشرہ ومایۃ والف[۷]۔

مولف نے سرہند جاکر مولانا فرخ شاہ[۸] بن محمد سعید بن شیخ احمد مجدد الف ثانی سے علوم ظاہر حاصل

---

۵ اقتباس الانوار ص ۳۴۵

۶ "قصبہ سفیدون کہ چہاردہ کروہ از پانی پت جانب غروب وشردہ کروہ از براس کہ موطن ایں فقیر است جانب جنوب درعین جنگل واقع است"۔ (اقتباس الانوار ص ۳۱۹)

۷ اقتباس الانوار ص ۳۴۱ تا ص ۳۴۲ برائے شرح حال شیخ سوندھا رجوع کنید (۱) اقتباس الانوار ص ۳۱۸ تا ص ۳۴۴ (۲) حدائق داؤدی مولفہ غلام عبدالقدوس قلمی (۳) خزینۃ الاصفیاء ۱/ ۴۸۷ (مفتی صاحب نے شیخ سوندھا کے حالات اقتباس الانوار سے نقل کیے ہیں اور سال وفات ۱۱۲۹ھ تو مفتی صاحب کا خود ساختہ معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اقتباس الانوار میں شیخ سوندھا کے سال وفات کا نام ونشان تک نہیں بلکہ صرف ان کی عمر چھیانوے سال (۹۶) درج ہے) مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی نے انوار العاشقین میں بغیر کسی حوالہ کے شیخ سوندھا کا سال وفات ۲۴ جمادی الثانی ۱۱۱۹ھ لکھا ہے۔

۸ مولانا فرخ شاہ (متولد ۱۰۳۸ھ متوفی ۱۱۲۲ھ) صاحب نزہۃ الخواطر نے مولانا موصوف کے ان چھ رسائل کا ذکر کیا ہے (۱) القول الفاصل بین الحق والباطل (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیے مؤلف لکھتا ہے:

"پس بامر آنحضرت (شیخ سوندھا) بکسب علم ظاہر مشغول شدم در چہار و پنج سال بخدمت استادان کامل در شہر سرہند از تحصیل ہمہ علوم رسمیہ فراغ یافتم و فاتحہ بخدمت مولوی فرخ شاہ نبیرۂ شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کہ در علم ظاہر ملا عبدالحکیم ثانی بود۔"[۹]

مؤلف نے اقتباس الانوار کے علاوہ اپنی دیگر تالیفات کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"بعضے از تصانیف ایں فقیر مثل جواہر ستّہ و شرح وے مسمی نشر الآمی و حدائق المجالس ملفوظ ایں فقیر و ملفوظ دیگر ایں فقیر مسمے بہ لوارق الانوار و بحر الاسرار و اسرار عشقیہ و دو شرح الف و ب و مکتوبات ایں فقیر مشتمل واقع شدہ اند۔"[۱۰]

"جواہر ستّہ" کی شرح کا ذکر ایک اور مقام پر اس طرح کیا گیا ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (۲) کشف الخطار من وجوہ النخطار (۳) رسالہ فی حرمۃ الغنار (۴) رسالہ فی العقائد (۵) رسالہ فی الحقیقۃ المحمدیہ (۶) حاشیہ علیٰ حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی۔

مولانا فرخ شاہ کے سال وفات کے باب میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے (۱) روضۃ القیومیہ (رکن اول) ۱۹ شوال ۱۱۱۹ھ (۲) عمدۃ المقامات ص ۲۳۸ ۲۰ شوال ۱۱۰۸ھ (۳) تذکرۃ الانساب للقاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۴ شوال ۱۱۲۲ھ (کما فی نزہۃ الخواطر ۲۲۲/۶) (۴) مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۲۷ ولادت ۱۰۳۸ھ وفات ۱۱۲۰ھ (۵) ہدیہ احمدیہ ۱۱۲۲ھ (۶) خزینۃ الاصفیاء ۶۶۳/۱ میں ۱۱۴۴ھ بظاہر مندرجہ صدر کتب محولہ میں روضۃ القیومیہ قدیم تر ماخذ ہے لیکن اس کا مصنف خود لکھتا ہے کہ میں بچپن میں سرہند سے شاہجہاں آباد چلا آیا تھا اس لیے حضرت مجدد کی اولاد سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا بنابریں راقم الحروف نے اس سلسلہ کی آخری کتب یعنی تذکرۃ الانساب اور ہدیہ احمدیہ کے سنین کو ترجیح دی ہے۔

۹ اقتباس الانوار ص ۲۳۸ ۱۰ ایضاً ص ۳۰

"شرح جواہر ستہ کہ تصنیف ایں کاتب حروف است[۱۱]"۔

اپنی ایک اور تالیف "اورادِ چشتیہ" کا ذکر مولف اس طرح کرتا ہے:

"دبیان شجرہا طریق ایں کاتب حروف ہمدریں احوال خواہد آمد انشاء اللہ تعالیٰ در اوراد چشتیہ ذکرے کند[۱۲]۔"

بقول صاحب نزہۃ الخواطر مولانا محمد اکرم براسوی ۶ محرم ۱۱۵۹ھ (لست خلون من محرم سنۃ تسع وخمسین ومایۃ والف) میں دہلی میں فوت ہوا اور جوار قدم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیا گیا[۱۳]۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے اپنا ماخذ نہیں لکھا[۱۴]۔

اقتباس الانوار مشائخ چشتیہ صابریہ کا تذکرہ ہے جو چار اقتباسات پر مشتمل ہے۔ اول ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے راشدینؓ وائمہ کرام دوم خواجہ حسن بصری تا خواجہ عثمان ہارونیؒ سوم خواجہ معین الدین چشتیؒ تا شیخ عارف بن احمد عبد الحق چہارم شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ تا شیخ محمد علی پیر مؤلف۔

اس تذکرہ کے آخری ابواب (در ذکر شیخ محمد صادق، شیخ داؤد، شیخ سوندھا، شیخ الہ بخش اور شیخ محمد علی) نہایت اہم ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر واقعات کا مولف خود راوی ہے اور شیخ داؤد گنگوہی کے حالات تو مؤلف نے اپنے پیر شیخ سوندھا سفیدونی سے سن کر تحریر کیے ہیں۔ اقتباس الانوار اور حدائق داؤدی ہمہ سال تالیف ہوئیں۔ دونوں کتابوں کے اکثر واقعات (باب شیخ داؤد گنگوہی) آپس میں منطبق ہیں مثلاً اورنگ زیب عالمگیر کا تخت نشین ہوتے ہی شیخ داؤد کو امراء کے کہنے پر دربار میں بلانا، داراشکوہ کی ارادت، واقعہ وفات

---

۱۱ اقتباس الانوار ص ۲۹۷

۱۲ اقتباس الانوار ص ۳۲۳ سطر اول

۱۳ نزہۃ الخواطر ۶/۲۸۳

۱۴ مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی نے انوار العاشقین ص ۱۰۶ میں لکھا ہے "تاریخ وفات مولینا محمد اکرم معلوم نہیں ہوئی"۔

شیخ داؤد وغیرہ۔

لیکن تعجب ہے کہ دونوں مولف ایک دوسرے کے نام سے بھی واقف نہیں نہ تو حدائقِ داؤدی میں اقتباس الانوار یا اس کے مولف کا ذکر ہے اور نہ ہی اقتباس الانوار میں حدائقِ داؤدی یا اس کے مولف کا ذکر ہے۔

"اقتباس الانوار" مطبع اسلامیہ لاہور سے بہ تصحیح شاہ اشفاق حسین رزاقی اور باہتمام مولوی کرم بخش ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی۔

اقتباس الانوار کا سالِ تصنیف

کتب خانہ انڈیا آفس کے کیٹلاگ کا مرتب مسٹر ایتھے لکھتا ہے:

(M. Akram) who Commenced this Work 1135/1723 at Dihli and Completed it after seven Years labour the 13 th of Muharram 1142/1729 August 8 .... the Chronogram for the beginning of the work is کتاب معتبر (1135) in a Tarikh by Sharaf-al-Din Ali Khan that for the Completion بحر الخارق (= 1142) ..... [۱۵]

عہد حاضر کے مشہور محقق مسٹر سی اے اسٹوری نے بغیر کسی تحقیق کے مسٹر ایتھے کے مندرجہ صدر بیان پر اعتماد کر کے اسے اپنی شہرہ آفاق تالیف پرشین لٹریچر میں جگہ دے دی ہے[۱۶]۔ حالانکہ اس کا مطبوعہ نسخہ ان کے پیش نظر تھا اور انھوں نے اس کے صفحات کی تعداد تک لکھی ہے۔

---

[۱۵] Cat. India Office Vol I MS. No 654. Page 326 to 339.

[۱۶] Persian Literature Vol I. Part I Page 1019.

حقیقت یہ ہے کہ اقتباس الانوار کا آغاز ۷ رجمادی الاول ۱۱۳۲ھ کو دہلی میں ہوا اور چار ماہ کی محنت سے پنجم رمضان ۱۱۳۲ھ ہی میں پائے تکمیل کو پہنچی مولف خود لکھتا ہے:

"........ پس تالیف این مختصر را از ابتدائے جمادی الاول بہ تاریخ ہفتم وے سنہ یک ہزار و یک وسی و دو ہجری در دار الخلافہ حضرت دہلی پشت قدم رسول شروع کرد و در جمع وے سعی وکوشش بسیار بکار بردہ در چہار ماہ کم وبیش روز جمعہ بتاریخ پنجم ماہ رمضان المبارک سنہ مذکور (۱۱۳۲ھ) .... باتمام رسید"[۱۷]

درج بالا مبحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اقتباس الانوار کا صحیح سال تالیف ۱۱۳۲ھ ہے۔

انیس العاشقین[۱۸] مکتوبہ ۱۱۸۳ھ مؤلفہ شیخ گھاسی مرید شیخ محمد چشتی رامپوری۔

انیس العاشقین چشتی سلسلہ کے صوفیاء کا تذکرہ ہے۔ مؤلف نے اس میں شیخ محمد صادق اور شیخ داؤد گنگوہی کے مناقب اپنے شیخ طریقت محمد چشتی سے سن کر تحریر کیے ہیں[۱۹] جو زیادہ مفصل نہیں ہیں بلکہ یہ صرف مناقب ہی ہیں سنین ولادت و وفات درج نہیں کیے گئے۔

• فرحت الناظرین مؤلفہ محمد اسلم بن محمد حفیظ سال تالیف ۱۱۸۴ھ ۔ یہ ہندوستان کی ۱۱۸۴ھ تک عام تاریخ ہے۔ اس کے خاتمہ کا باب التراجم علماء، مشائخ اور شعرائے عہد اورنگ زیب بہت اہم ہے جس میں مؤلف نے شیخ داؤد گنگوہی کا سالِ وفات پنجم جلوس عالمگیری درست لکھا ہے[۲۰]۔

۱۷؎ اقتباس الانوار ص۸ مطبوعہ لاہور، ۱۸؎ انیس العاشقین کا خطی نسخہ حافظ محمود شیرانی مرحوم کے ذخیرہ کتب (مخزونہ دانش گاہ پنجاب لاہور) میں موجود ہے، اس کے اوراق ۱۰۴، سطور فی ورق ۱۶ خط کہیں شکستہ اور کہیں نستعلیق ہے تاریخ وسالِ کتابت ۱۴ شعبان ۱۱۸۳ھ

۱۹؎ انیس العاشقین ورق ۴۵، ۴۶ (ا، ب)، ۲۰؎ فرحت الناظرین کے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں کپورتھلہ اور باڈلین کے نسخوں کے اوٹو گراف پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ فرحت الناظرین کا طبقہ مشائخ و شعراء اورینٹل کالج میگزین لاہور مئی و اگست ۱۹۲۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔

حدائق داؤدی

مذکورہ بالا تذکروں کے اجمالی تعارف کے بعد "حدائقِ داؤدی" کا مفصل تعارف کرایا جاتا ہے۔ حدائقِ داؤدی غلام عبدالقدوس بن محمد یوسف بن شیخ ابوالفتح کی تالیف ہے جو شیخ داؤد گنگوہی کے دختر زادے تھے ان کے مفصل حالات اپنے مقام پر آئیں گے۔

حدائقِ داؤدی چار روضوں اور کئی حدائق پر مشتمل ہے۔

(۱) روضۂ اول مشتمل بر حالات شیخ نظام الدین تھانیسری

(۲) روضۂ دوم شیخ ابوسعید گنگوہی

(۳) روضۂ سوم شیخ محمد صادق گنگوہی

(۴) روضۂ چہارم مشتمل بر حالات شیخ داؤد گنگوہی

اس کے پہلے تین روضوں کے تراجم مجمل اور آخری روضہ یعنی حالات شیخ داؤد مفصل تحریر کیے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے کتاب کا نام بھی حدائقِ داؤدی تجویز کیا گیا ہے۔

مؤلف نے ہر بزرگ کا بار بار نام لینے کی بجائے ان کے القاب اس طرح استعمال کیے ہیں:

(۱) شیخ نظام الدین تھانیسری کے لیے قطب المحققین

(۲) شیخ ابوسعید گنگوہی کے لیے حجۃ العارفین

(۳) شیخ محمد صادق کے لیے محبوب الٰہی اور طبیب حاذق

(۴) شیخ داؤد گنگوہی کے لئے حجۃ الاولیاء

(۵) شیخ محمد برادر خورد شیخ داؤد گنگوہی کے لیے قدوۃ الاولیاء

پیشِ نظر نسخہ شیرانی میں کتاب کے مختلف نام درج ہیں (۱) حدائق داؤدی (۲) حدائق الاولیاء (۳) حدیقۂ داؤدی (۴) حقائق داؤدی۔

یہ کتاب چوں کہ چار روضوں اور ہر روضہ کئی حدائق پر مشتمل ہے اس لیے راقم الحروف نے اس کے مذکورہ ناموں میں سے "حدائق داؤدی" کو ترجیح دی ہے۔

خطی نسخے : حدائقِ داؤدی کے اب تک مجھے صرف دو قلمی نسخوں کا علم ہوا ہے۔ مزید تلاش و جستجو سے اس کے اور نسخے بھی دریافت ہو سکتے ہیں۔

(۱) نسخہ مملوکہ محترم صوفی بشیر احمد قدوسی۔ کراچی۔ راقم السطور نے بار بار قدوسی صاحب کی خدمت میں ان کے نسخے کی کیفیت دریافت کرنے کی غرض سے عریضہ ارسال کیا لیکن افسوس کہ انھوں نے جواب دینے کی زحمت نہیں فرمائی۔

(۲) دوسرا قلمی نسخہ حضرت حافظ محمود خاں شیرانی مرحوم کے ذخیرہ ۱/۸۷۶/۳۶۲۸ کا ہے جو اس وقت کتب خانہ دانش گاہ پنجاب میں محفوظ ہے۔ اور یہی نسخہ اس وقت خاکسار کے پیش نظر ہے۔

یہ نسخہ کرم خوردہ ہونے کے علاوہ خوش خط بھی نہیں ہے۔ اس لیے اس کا کماحقہ مطالعہ محال ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۳۴۴، سطور فی صفحہ ۱۲ تقطیع "۸۰۸ × "۶۰۸ کاتب سید جمال الدین کرمانی ہے۔ کاتب نے یہ نسخہ علی احمد سجادہ نشین خانقاہِ شاہ ابو المعالی انبیٹھوی سے حاصل کر کے نقل کیا ہے۔

نسخہ مذکور املا کے اغلاط سے پاک نہیں ہے اور کئی جگہ عبارت غیر مربوط ہو کر رہ گئی ہے جس کی وجہ سے راقم الحروف کو جا بجا دقت کا سامنا کرنا پڑا تاہم ربط قائم رکھنے کے لیے اپنی طرف سے جو اضافہ کیا گیا ہے اسے قوسین میں ظاہر کر دیا گیا ہے۔

حدائقِ داؤدی کا سال تصنیف

حدائقِ داؤدی میں سنین کا بہت فقدان ہے۔ مؤلف نے اس کے سالِ تصنیف کی کہیں وضاحت نہیں کی۔ دوسرے اس کا جو قلمی نسخہ اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ یہ اس قدر کرم خوردہ ہے کہ اکثر حصے پڑھے نہیں جا سکتے تاہم کتاب کے چند قابلِ مطالعہ مقامات کے

پیش نظر اس کے سالِ تصنیف پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

شیخ داؤد گنگوہی کا سال وفات ۱۰۷۳ھ (بروایت حدائق داؤدی) ہے۔

مؤلف ایک موقع پر شیخ داؤد کی وفات کے بعد اپنی عمر تریسٹھ سال بتاتا ہے۔

"...... نیز بعد پنج سال از رحلت آنحضرت ودیعت حیوۃ پسر دو این تا کس

وناسزا یعنی مولف این اوراق کہ دختر زادۂ آنحضرت است وایں نسبت وی

آنجناب پاکش ہمچو نسبت سگ بامسجد است تا ایں مدۃ کہ عمرش بحکم الٰہی از شصت

وسہ سال متجاوز شدہ (اند) است[۲۱]۔"

گویا مؤلف ۱۱۳۶ھ (سالِ وفات شیخ داؤد ۱۰۷۳ھ + عمر مولف تا ایں مدت ۱۱۳۶ھ) میں اس کتاب کی تالیف میں مصروف نظر آتا ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی مستقل کتاب نہیں، بلکہ مؤلف کی ایک بیاض ہے جو واقعہ جس وقت کسی معتبر بزرگ سے سُنا اسے قلمبند کر لیا۔ شاہ محمد نامی کسی معتقد کی وفات کے ذکر میں تاریخ، وقت اور ماہ تک لکھا ہے لیکن بدقسمتی سے مؤلف یا کاتب سال وفات درج کرنا بھول گیا۔ ورنہ کتاب کے سال تصنیف پر بحث کے لیے ایک نئی راہ نکلتی کیوں کہ یہ واقعہ کتاب کے خاتمہ میں اس طرح درج ہے:

"شاہ محمد نام ...... رحلتش ازیں سرائے فانی بدار الملک جاودانی بتاریخ بست

چہارم در ماہ محرم الحرام وقت چہار ساعت باقی ماندہ از شب چہار شنبہ ہجری است[۲۲]۔"

اس ساری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ حدائق داؤدی ۱۱۳۶ھ اور ۱۱۵۲ھ (سال وفاتِ مولف) کے درمیان کسی سال غالباً ۱۱۵۰ھ تک مؤلف اس کی تالیف میں مصروف رہا۔

۲۱؎ حدائق داؤدی ص ۲۴۹

۲۲؎ ایضاً ص ۲۳۹

مؤلف کے حالات : حال ہی میں مخطوطات شیرانی کی جو فہرست شائع ہوئی ہے۔ اس میں حدائقِ داؤدی کو شیخ عبدالقدوس گنگوہی متوفی ۹۴۵ھ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ جس پر راقم الحروف نے اپنے ایک مضمون میں مفصل تنقید کی ہے۔[۲۳]

حدائق داؤدی کا مولف غلام عبدالقدوس متوفی ۱۱۵۲ھ ہے۔ اس سلسلہ کے جن تذکروں کی فہرست اس مضمون کے آخر میں دی گئی ہے۔ مجھے اس میں مؤلف کے حالات نہیں مل سکے تاہم کتاب کے اندرونی قرائن کی روشنی میں حالات تحریر کیے جاتے ہیں۔

مؤلف کے ایک عزیز غلام علاء الدین نے کتاب کے پہلے روضہ کے آخر میں ایک یادداشت قلمبند کی ہے جو نہایت اہم ہے :

"بعد وصال حضرت جدی کہ مصنف ایں کتاب اند سہ عدد مسودہ در مناقب حضرت نظام الدین (تھانیسری) بخطِ خاص اوشان بودند غالب است کہ از یاد محو شدند ...... فصل الکتاب می نمودند حالا بعینہ کتاب کردن ضرور است بنا بریں فقیرِ حقیر غلام علاء الدین بعبارت بلا تفاوت مینگارند یافتن مسودہا در ۱۱۹۷ھ کہ چہل و پنج سال بعد فوت مصنف منقضی کہ اتفاق افتاد و او اینست۔"[۲۴]

درج بالا اقتباس غیر مربوط، مبہم اور بلا سیاق و سباق ہے۔ تاہم راقم نے اس سے حسب ذیل نتیجہ اخذ کیا ہے :

مؤلف کی وفات کے پینتالیس سال بعد ۱۱۹۷ھ میں غلام علاء الدین کو کتاب کے چند نسخے (بخطِ مصنف) ملے جس میں نظام الدین تھانیسری کے حالات کا باب بھی شامل ہے۔ اب ہم مصنف کا سالِ وفات بہ آسانی معلوم کر سکتے ہیں یعنی ۱۱۹۷ھ میں سے پینتالیس منہا کر دیئے

---

۲۳ محمد اقبال مجددی : فہرست مخطوطات شیرانی الخ معارف اعظم گڑھ جنوری ۱۹۶۹ء

۲۴ حدائق داؤدی ص ۲۹

جائیں تو ۱۱۵۲ھ مصنف کا سالِ وفات برآمد ہو جاتا ہے۔

غلام عبدالقدوس اپنی تالیف حدائقِ داؤدی کی روشنی میں :

غلام عبدالقدوس شیخ داؤد گنگوہی کا دخترزادہ تھا اور شیخ نور محمد کے توسط سے شیخ داؤد کے مریدین میں شامل ہوا خود لکھتا ہے :

"فقیر حقیر غلام عبدالقدوس ابن شیخ محمد یوسف عثمانی اٰبا ونعمانی اٰما ومذہبًا.... .... ایں خاکسار...... حجۃ الاولیاء حضرت داؤد...... سوائے نسبت دخترزادگی رتبہ مریدی وغلامی وبندگی دارد بتوسط حضرت شیخ نور محمد نور مرقدہٗ کہ یکے از اعظم خلفاء اصفیارش بودہ...... در سلک بندگان ایں خاندان کرامت نشان منسلک ساختہ از زمرۂ سگان ایشاں انداختہ[۲۵]"

مولف پھر شیخ داؤد سے اپنا تعلق بیان کر کے لکھتا ہے کہ شیخ کی وفات سے اس وقت میری عمر تریسٹھ سال سے متجاوز ہے۔

"....... نیز بعد پنج سال از رحلت آنحضرت ودیعت حیوۃ سپردہ ایں ناکس و ناسزا یعنی مؤلف ایں اوراق کہ دخترزادۂ آنحضرت ست وایں نسبت وی آنجناب پاکش ہمچو نسبت سگ بامسجد است تا ایں مدت کہ عمرش بحکم الٰہی از شصت و سہ سال متجاوز شدہ (اند) است[۲۶]"

مؤلف اپنے والد اور دادا کا نام اس طرح لیتا ہے :

"....... یکے از (مریدین شیخ داؤد) شیخ محمد یوسف پسر شیخ ابوالفتح دہاتہرتی

---

۲۵ حدائقِ داؤدی ص ۲

۲۶ حدائقِ داؤدی ص ۲۴۹ یہ اقتباس بھی غیر مربوط ہے ممکن ہے اس سے کچھ اور مطلب بھی نکلتا ہو لیکن راقم کی ناقص عقل میں اس کا درج بالا مفہوم ہی ہے۔

پدر مؤلف ایں رسالہ[۲۷]......"

مؤلف کی والدہ کی پرورش شیخ داؤد ہی نے کی اور ان کا عالم طفولیت بھی شیخ داؤد ہی کے ہاں گذرا جس کا مولف نے اس طرح ذکر کیا ہے:

"...... شیخ داؤد کفالتِ پرورش مادر مؤلف در خوردی بوی تعلق داشتہ بودند[۲۸]"

شیخ داؤد مؤلف کے متعلق کہا کرتے تھے:

"تحیۃ الاولیاء درباره من چنیں فرمودہ کہ ایں پیر شدنی ست[۲۹]"

مؤلف شاعر بھی تھا اور ایک دو فارسی غزلیں اس کی کتاب میں پائی جاتی ہیں۔[۳۰] لیکن افسوس کہ حدائقِ داؤدی کا پیش نظر نسخہ اس قدر کرم خوردہ ہے کہ ایک شعر بھی درست نہیں پڑھا جاسکا نیز مؤلف نے شیخ داؤد کا شجرۂ نسب کئی جگہ نظم کیا لیکن تخلص کہیں بھی استعمال نہیں کیا۔

حدائقِ داؤدی کے مآخذ:

اس کتاب کا زیادہ حصہ سماعی ہے تاہم کہیں کہیں کسی کتاب کا ذکر مل جاتا ہے، شیخ ابوسعید گنگوہی کے حالات کے باب میں شیخ ابوسعید گنگوہی کے مصنفہ ایک رسالہ کا حوالہ اس طرح دیا ہے:

"...... ایں قصہ در رسالۂ شیخ ابوسعید مجملاً منقوش است[۳۱]"

اس کے علاوہ لطائف قدوسی تالیف شیخ رکن الدین بدھن جونپوری اور سیر الاقطاب کے حوالے بھی جا بجا ملتے ہیں۔

۲۷ھ حدائقِ داؤدی ص ۲۴۴ ۲۸ھ ایضاً ص ۹۴ ۲۹ھ ایضاً ص ۲۵۸

۳۰ھ ایضاً ص ۲۹۶ ۳۱ھ ایضاً ص ۱۱۶

مؤلف حدائقِ داؤدی نے شیخ محمد صادق اور شیخ داؤد کے حالات کے باب میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت معتبر اور مستند ہے کیوں کہ شیخ محمد صادق کے حالات مؤلف نے اپنے والد اور والدہ (دخترِ شیخ داؤد) سے سن کر تحریر کیے ہیں نیز کئی اہم واقعات مؤلف نے معتبر مریدین سے سن کر قلم بند کیے ہیں۔

اپنی والدہ سے روایت بیان کرنے کا ذکر مؤلف اس طرح کرتا ہے:

"ہر حکایتے کہ از زبانِ احدی استماع نمود از جائی دیگر از یک بار و کسے تصدیق...

نرسیدہ دریں کتاب درج نساخت مگر بعضے احوال کہ از زبان مادر خود کہ دختر

آں آفتاب برج ولایت (شیخ داؤد) بود۔"[۳۲]

مؤلف نے ان گنت روایات اپنی والدہ محترمہ سے نقل کی ہیں ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

"مؤلف از والدۂ خود و از غلام محمد ترکمان لکھنوی کہ اکثر بملازمتہ حجۃ الاولیاء......

و از عاشقِ باصفا شیخ سوندھا وغیرہم شنیدہ ....کہ"[۳۳]

مؤلف نے شیخ داؤد کے برادر خورد شیخ محمد سے بھی روایات نقل کی ہیں جن کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

"...... در اثنا تالیف ایں رسالہ ...... قدوۃ الاولیاء حضرت شیخ محمد قدس سرہٗ

کہ بعضی مناقب از وی نیز استماع نمودہ دریں کتاب درج ساختہ ام۔"[۳۴]

مؤلف اپنے بیان کی تصدیق کے لیے ایک مقام پر ان بزرگوں کا حوالہ دیتا ہے:

"........ مؤلف ایں سرگذشت از جامع فضل و کمالات شیخ محمد حیات گنگوہی و شیخ محمد فاروقی التھانیسری، محمد جلال خاں .... و محمد صالح برادرش شیخ محمد ترکمان و از شیخ محمد نقل می کردند شنیدہ بود......"[۳۵]

۳۲ھ حدائقِ داؤدی ص ۱۶۸ — ۳۳ھ ایضاً ص ۲۱۹

۳۴ھ ایضاً ص ۱۷۰ — ۳۵ھ ایضاً ص ۲۲۴

خواجہ محمد عاقل سے بھی کچھ روایات منقول ہیں ایک جگہ لکھتا ہے :

"مؤلف ایں حکایت از زبان خواجہ محمد عاقل برادر زادۂ قاضی بنجارہ شنیدہ[۳۶]۔"

غرض کتاب کا زیادہ حصہ سماعی ہے جس سے اس زمانہ کی تذکرہ نویسی کی روش کا پتہ چلتا ہے۔

حدائقِ داؤدی کی اہمیت :

یہ تذکرہ نہایت اہم ہے بالخصوص اس کے دو۲ آخری ابواب (تراجم شیخ محمد صادق و شیخ داؤد) بہت اہم ہیں کیوں کہ اکثر واقعات مؤلف نے اپنے والد اور والدہ (دختر شیخ داؤد) اور شیخ محمد برادرِ خورد شیخ داؤد سے سن کر تحریر کیے ہیں مؤلف نے شیخ محمد صادق اور شیخ داؤد کے جو سنینِ وفات درج کیے ہیں وہ نہایت معتبر ذرائع سے قلم بند کیے گئے ہیں جن کی تصدیق دیگر بیرونی ذرائع سے بھی ہوتی ہے۔

نیز اس کتاب سے سلاطین و صوفیاء کے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ دارا شکوہ کی شیخ محمد صادق کی خانقاہ میں حاضری و اظہارِ عقیدت، اورنگ زیب عالمگیر کا تخت نشین ہوتے ہی شیخ داؤد کو دربار میں بلا کر ان کے نظریات دریافت کرنا، سماع کے باب میں وزیرِ شاہ جہاں سعد اللہ خاں کے کہنے پر شیخ داؤد کا دربار شاہ جہانی میں بلایا جانا وغیرہ۔

اگر پیشِ نظر نسخہ صحیح حالت میں ہوتا تو اس سے بہت سے عقدے وا ہو سکتے تھے یہاں چند اقتباسات جو صحیح حالت میں مل سکے نقل کیے جاتے ہیں جن سے کتاب کی اہمیت سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔

شیخ محمد صادق گنگوہی اور شیخ عبد الجلیل الہ آبادی[۳۷] کی حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے ملاقات کا حال اس طرح درج ہے :

۳۶ھ۔ حدائقِ داؤدی ص ۲۵۵

۳۷ھ۔ شیخ عبد الجلیل الہ آبادی متوفی "لست خلون من شعبان سنہ اربع عشرہ ومائۃ والف بالہ آباد کما فی بحر زخار" نزہۃ الخواطر ۶/۱۳۸۔

......حضرت شیخ عبدالجلیل الہ آبادی کہ ارباب علم و خلیفہ محبوب الٰہی (شیخ محمد صادق) بود بعد تحصیل علوم دیگر بنا بر سند علم حدیث شریف بخدمت قدوۃ اہل کمال شیخ عبدالحق محدث دہلوی قیام داشت دراں اثنا صوفی فرشتہ منظر خورشید پیکر در عالم مثال دید کہ می فرماید شیخ عبدالجلیل سوئے من ای شیخ از نام نامیش پرسید فرمود کہ من صادقم شیخ عبدالجلیل راہموں وقت دل از علم درسی کردشد و میل بہ علم حقائق پدید آمد از شیخ عبدالحق محدث درخواست رخصت نمود شیخ فرمود کہ روزی چند دیگر بایں علم باید پرداخت باکمالی میرسد التماس نمود کہ حالیا دلم ازیں علم سیر شدہ و تعلیمی دیگر مایل است شیخ کہ صاحب باطن و عالم علم معرفت بود فرمود کہ ایں جا ہم از علم حاصل تواند شد شیخ عبدالجلیل عرض نمود کہ شخصے مرا بوی نمود کشیدہ دل من بجائے دیگر بسکے نمی دہد بعد ازاں شیخ عبدالجلیل در ہر جا نقش صوفی کہ در خواب دیدہ بود ...... وچوں بگنگوہ رسید صورت مرشیہ دریافت چنانچہ شیخ ایں تمامی ماجرا در نظم بستہ ؎

جانب گنگوہ چوں بشتافتم　　　صورت مرشیہ شد دریافتم[۳۸]

سورۂ والضحیٰ کے اسرار و رموز پر مولانا عبدالحکیم سے شیخ داؤد کی گفتگو کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

"...... روزی در مجلس خلیفۂ وقت شاہ جہان حجۃ الاولیاء (شیخ داؤد) و مولانا عبدالحکیم مجتمع بودند اتفاقاً ذکری در معنی سورۂ والضحیٰ افتاد حجۃ الاولیاء اسرار معانی بیان می فرمود مولوی عبدالحکیم باستماع آن فراوان محظوظ بود آخر بخلیفہ عرض

۳۸ھ حدائق داؤدی ص۱۱۵ یہی واقعہ قدرے اختلاف و تغیر کے ساتھ اقتباس الانوار ص۲۹۹ میں بھی درج ہے۔

نمودانچہ شیخ میفرماید روزی مشاہدہ وصال میفرماید و ما از استماع اساتذہ کتب انچہ می باہم میگوئیم[39]"

شاہ جہاں کی اسیری اور اس کے بیٹوں کی خانہ جنگی کا تذکرہ اس طرح ملتا ہے:

"شاہ جہاں پادشاہ در اکبرآباد بقید شاہزادہ داراشکوہ آمد و پسرش عالمگیر کہ ملک دکن است پادشاہ ہندوستان خواہد شد[40]"

ایک اور مقام پر اسی واقعہ کا ذکر اس طرح شروع ہوتا ہے:

"تحقیق معلوم شد کہ بادشاہ را در قید کردند بعد چند روز در شاہزادہا جنگ آمد[41]"

شاہ جہاں سیر کے لئے مخلص پور گیا تو راہ میں شیخ محمد صادق سے ملاقات کا خواہش مند ہوا شیخ محمد صادق نے شاہ جہاں کے جائے قیام پر خود جانے کے بجائے اپنے دو صاجزادوں یعنی شیخ داؤد اور شیخ محمد کو جو کہ بالترتیب اس وقت چودہ اور بارہ سال کے تھے امیر کے ساتھ روانہ کر دیا۔ حدائق داؤدی کے مولف نے اس واقعہ کا سنہ نہیں لکھا ورنہ اس واقعہ سے شیخ داؤد اور شیخ محمد کے سنین ولادت معلوم ہو جاتے۔

اقتباس ملاحظہ ہو:

...... چوں خلیفۂ وقت شاہ جہاں طاب ثراہ بعزم سیر متوجہ مخلص پور شد بمقربان خود فرمود ہرگاہ مقام حضرت شیخ صادق قریب رسد بمن اطلاع دہند تا بملاقاتش شتابیم خانعالم کہ یکے از عمدہ امراء و مقرب خلیفہ بود..........[42] پس مناسب آن ست کہ صاحب زادہا ہمراہی من بفرستند تا ملاقات بادشاہ نمایند در صورتی کہ ملاقات

---

[39] حدائق داؤدی ص ۲۲۶

[40] ایضاً ص ۲۴۳

[41] ایضاً ص ۲۴۵

[42] اس ورق کا یہ حصہ اس قدر کرم خوردہ ہے کہ قابل مطالعہ نہیں اس کے علاوہ اس اقتباس کا مکمل مفہوم بھی سمجھ میں نہیں آتا۔

خلیفہ بحضرت میر شد و صاحب زادہا ہم ملاقات کنند از مصلحت دور است محبوب الٰہی ملتمس ویرا منظور داشتہ بود صاحبزادہا یعنی شیخ داؤد و شیخ محمد ہمراہ خانعالم فرستاد و دراں وقت حجۃ الاولیار شیخ داؤد چہاردہ سال و قدوۃ الاولیار شیخ محمد یازدہ سالہ بودند چوں بلشکر رسیدند بخانعالم فرمودند کہ بخلیفہ ملاقات کنانند۔[۴۳]"

۴۳؎ حدائقِ داؤدی ص۱۲۱ تا ص۱۲۲ ۔ حدائقِ داؤدی کی یہ روایت محل نظر ہے کیوں کہ عہدِ شاہ جہاں کے معاصر مآخذ سے ثابت نہیں کہ شاہ جہاں شیخ محمد صادق گنگوہی کی زندگی میں کبھی مخلص پور گیا ہو۔ تاہم یہ بھی پورے وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ عہدِ شاہ جہاں کے مورخین نے تمام واقعات قلم بند کیے ہوں۔ دربارِ شاہجہاں میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور شیخ داؤد گنگوہی کے درمیان جو گفتگو ہوئی (بروایت حدائق داؤدی) اس کے ذکر سے بھی تو معاصر کتب تاریخ خالی ہیں۔ صوفیا کے تذکروں میں سلاطین و صوفیار کے تعلقات کے ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن کا کتب تاریخ میں اشارہ تک نہیں ہوتا۔ اس لیے حدائق داؤدی کی اس روایت کو بغیر کسی خاص وجہ کے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

شاہ جہاں کے اپنے آخری دورِ حکومت میں مخلص پور جانے کی تفصیل حسب ذیل ہے:

"کنارے جون متصل دامان کوہ شمالی کہ بجوہ سرمور نزدیک است چہل و ہفت کروہ دہلی موضع است معروف بہ مخلص پور از مضافات سہارنپور۔ بخوش ہوائی و چندیں صفات شگرف موصوف از دارالخلافہ کشتی سوارہ در یک ہفتہ توان آمد در سالِ بیست و ہشتم حکم اساس عمارتے رفیع اصدار یافتہ بود در سال سی ام بصرف پنج لک روپیہ باتمام رسید و بقدوم بادشاہی موردِ سعادت گردیدہ بفیض آباد موسوم گشت۔"

(مآثر الامرار جلد دوم ص۸۶۷ تا ص۸۶۸، جلد سوم ص۱۵۷، عمل صالح جلد سوم ص۲۳۷ مطبوعہ لاہور)

(باقی اگلے صفحہ پر)

غرض حدائقِ داؤدی میں شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے عہد کے ایسے بہت سے واقعات پائے جاتے ہیں جن سے دیگر معاصر کتب تاریخ خالی ہیں۔

شیخ محمد صادق اور شیخ داؤد گنگوہی کے سنینِ وفات کے باب میں تذکرہ نویسوں کی غلطیاں

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے سب سے پہلے مفتی غلام سرور لاہوری مرحوم مصنف خزینۃ الاصفیار نے ہی شیخ محمد صادق گنگوہی اور شیخ داؤد گنگوہی کے سنینِ وفات کے اندراج کی غلطی کی ہے اور تمام متاخر تذکرہ نویس مفتی صاحب ہی کے اتباع میں غلطیوں کے مرتکب ہوئے صرف مذکورہ دو بزرگوں کے سنینِ وفات ہی نہیں بلکہ بے شمار مشائخ کے سالِ وفات کے اندراج میں مفتی صاحب مرحوم سے غلطیاں ہوئیں۔

مفتی صاحب نے خزینۃ الاصفیار، حدیقۃ الاولیار اور گنجینۂ سروری وغیرہ میں خاندانِ نوشاہیہ کے بزرگوں کے سنینِ وفات لکھے ہیں سب غلط ہیں صرف دو بزرگوں یعنی سید عصمت اللہ نوشاہی اور حافظ سید جمال اللہ کے سنینِ وفات درست درج کیے ہیں نیز اس باب میں مفتی صاحب کی محولہ کتاب "تذکرہ نوشاہیہ" میں صرف حضرت شیخ حاجی محمد نوشہ گنج بخش، سید عصمت اللہ نوشاہی اور سید حافظ جمال اللہ کے سنینِ وفات ہی درج ہیں اور ان تین بزرگوں کے سوا کسی نوشاہی بزرگ کا سالِ وفات تذکرہ نوشاہیہ میں تحریر نہیں مفتی صاحب نے حضرات نوشاہیہ کے حالات تو تذکرۂ نوشاہیہ مولفہ حافظ محمد حیات سے نقل کر لئے اور سنینِ وفات محض اپنے قیاس سے درج فرما دیئے اور ان سب کو مستند بنانے کے لیے تذکرۂ نوشاہیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) گویا شاہ جہاں ۱۰۶۷ھ (تیسویں جلوس) میں مخلص پور گیا اور شیخ محمد صادق گنگوہی ۱۰۵۱ھ میں فوت ہو چکے تھے اس لیے ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں مسلسل کوشش کر رہا ہوں اگر اس کا کوئی خاطر خواہ حل مل گیا تو بطور استدراک لکھوں گا۔ راقم السطور مولانا غلام رسول مہر کا صمیم قلب سے ممنون ہے کہ انھوں نے مخلص پور سے متعلق چند مفید اطلاعات بہم پہنچائیں۔

کا حوالہ دے دیا حالانکہ اس تذکرہ میں ان تاریخوں کا سرے سے وجود ہی نہیں[۴۴]۔

حضرت شیخ علی ہجویری لاہوری کے سالِ وفات کے باب میں مفتی صاحب نے نفحات الانس کا حوالہ دیا ہے حالانکہ نفحات میں سرے سے شیخ علی ہجویری کا سال وفات مذکور ہی نہیں[۴۵]۔

بالکل یہی سلوک مفتی صاحب نے شیخ محمد صادق اور شیخ داؤد گنگوہی کے سنینِ وفات سے کیا۔ مفتی صاحب نے ان دونوں بزرگوں کے حالات تو اقتباس الانوار سے نقل فرمالیے لیکن سنین وفات کے تعین میں قیاس آرائی سے کام لیا اور اپنے بیان کو مصدقہ بنانے کے لئے اسی کتاب کے حوالے دے دیئے مفتی صاحب کی کتاب خزینۃ الاصفیاء طبع اول لاہور اور بعد کی اشاعتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ طبع اول میں شیخ محمد صادق گنگوہی کا سالِ وفات بحوالہ شجرۂ چشتیہ ۱۰۳۶ھ نظم کیا ہے اور یکایک دوسرے ایڈیشن میں بحوالہ سواطع الانوار (اقتباس الانوار) ۱۰۵۸ھ نظم فرمادیا

حقیقت یہ ہے کہ "سواطع الانوار" میں شیخ محمد صادق کے سالِ وفات کے متعلق وضاحت سے لکھا ہے:

"وفات بندگی شیخ محمد صادق گنگوہی قدس سرہٗ بتاریخ ہژدہم ماہ محرم الحرام واقع شدہ و سنہ وفاتش تاحال معلوم ایں احقر نہ شدہ کہ نوشتہ آید[۴۶]۔"

یعنی مفتی صاحب کی محولہ کتاب (سواطع الانوار) کے مصنف نے وضاحت سے لکھا ہے کہ مجھے ہنوز شیخ محمد صادق کا سالِ وفات معلوم نہیں۔ لیکن مفتی صاحب نے اس کے باوجود

---

۴۴ ملاحظہ ہو تذکرہ نوشاہیہ مولفہ حافظ محمد حیات نوشاہی خطی نسخہ شیرانی مخزونہ دانش گاہ پنجاب، افکارِ نوشاہیہ مولفہ مولوی سید شریف احمد شرافت نوشاہی صـ ۲۸

۴۵ مقالہ آقائی عبدالحی حبیبی در اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۶۰ء

۴۶ سواطع الانوار (اقتباس الانوار) صـ ۳۰۳

۱۰۵۸ھ رقم فرمادیا۔[۴۷]

ممکن ہے میری اس تنقید پر یہ اعتراض کیا جائے کہ خزینۃ الاصفیاء کی تصنیف کے وقت مفتی صاحب کے پیش نظر سواطع الانوار کا جو قلمی نسخہ تھا اس میں شیخ محمد صادق کا سالِ وفات مندرج ہو —— اور میرا محولہ مطبوعہ نسخہ لاہور اس سے خالی ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا انڈیا آفس لائبریری میں (مسٹر ایتھے کے قول کے مطابق) مصنف کا خود نوشت نسخہ موجود ہے اور لائبریری کے کیٹیلاگ میں اقتباس الانوار کی جو تلخیص پیش کی گئی ہے اس میں بھی وضاحت سے مرقوم ہے کہ مصنف کو شیخ محمد صادق کا سالِ وفات معلوم نہیں۔[۴۸]

• "حدائق داؤدی" میں شیخ محمد صادق کے سالِ وفات کے باب میں یہ تصریح درج ہے:

"روز جمعہ آخر وقت نوزدہم از محرم الحرام سنہ یکہزار و پنجاہ و یک از ہجرت نبوی صلعم بود ...... یکے از فرزندان گفتہ کہ وفات حضرت در شب جمعہ می شد۔"[۴۹]

حدائق داؤدی کے مولف نے شیخ محمد صادق کا سالِ وفات شیخ محمد ابراہیم مراد آبادی، شیخ یوسف سامانوی اور شیخ جمال ساکن موضع کا جوہ کے حوالہ سے لکھا ہے جسے بغیر کسی خاص وجہ کے رد نہیں کیا جا سکتا۔

درج ذیل مؤلفین نے شیخ محمد صادق گنگوہی کا سالِ وفات غلط لکھا ہے:

(۱) حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار (جو فی الحقیقت خزینۃ الاصفیاء کی مسخ شدہ شکل ہے)

---

۴۷ خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۴۷۶

۴۸ Cat. India Office, By Ethe Vol I Ms 654 Page 326-339

۴۹ حدائق داؤدی ص ۱۶۸

میں بحوالہ خزینۃ الاصفیا، شیخ محمد صادق کا سالِ وفات ۱۰۵۸ھ درج کیا گیا ہے۔[50]

(۲) مرزا آفتاب بیگ مولف تحفۃ الابرار (کلیات جدولیہ) نے دو قول نقل کیے ہیں۔

(ا) ۱۸ محرم الحرام ۱۰۵۸ھ (بحوالہ اقتباس الانوار، حدیقۃ الاولیار، سواطع الانوار، تذکرۃ المشائخ)

(ii) ۱۰۶۰ھ عمر ۱۰۱ سال (بحوالہ تذکرۃ العابدین) مادۂ تاریخ وفات "رضی اللہ تعالیٰ عنہ"[51]

قول اول تو خزینۃ الاصفیار سے منقول ہے نیز مؤلف اقتباس الانوار اور سواطع الانوار دو علیحدہ تذکرے سمجھتے ہیں لیکن اصل میں یہ دونوں ایک ہی کتاب کے نام ہیں۔ قول دوم لایعنی ہے۔

(۳) شیخ محمد حسن صابری صاحب تواریخ آئینہ تصوف نے مکتوب نطاب، شوق الکثیر اور ظہرت نامہ کے حوالہ سے شیخ محمد صادق کا سالِ وفات ۱۹ محرم ۱۰۵۳ھ لکھا ہے۔[52] حقیقت یہ ہے کہ محمد حسن صابری کا یہ تذکرہ الہامی کتابوں سے منقول ہے جس کا خود انھوں نے دیباچۂ کتاب میں اعتراف کیا ہے تاریخ محمد حسن صاحب کے الہامات کی قائل نہیں حقائق کا نام ہے نیز صابری صاحب کی مندرجہ روایات دوسری مستند کتب سے اس قدر متضاد ہیں کہ ان پر تنقید کرنا فضول ہے۔

(۴) مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی مرحوم نے انوار العاشقین میں شیخ محمد صادق کا سالِ وفات درج نہیں کیا لیکن تحفۃ السالکین میں بغیر کسی حوالہ کے ۷ ارمحرم ۱۰۶۰ھ درج کر دیا ہے۔

---

[50] حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار، ص ۱۲۳ مولفہ امام بخش

[51] تحفۃ الابرار ص ۱۷۹ (جزو مشائخ چشتیہ)

[52] تواریخ آئینہ تصوف ص ۳۹

(۵) مشہور محقق مولانا عبدالحی لکھنوی (ناظم ندوہ) مولف نزہۃ الخواطر نے بھی خزینۃ الاصفیا کی تقلید میں شیخ محمد صادق کا سال وفات ۱۰۵۸ھ لکھا ہے[۵۳] حالانکہ مولف کی نظر سے اقتباس الانوار گذر چکی ہے۔

(۶) مرزا محمد اختر دہلوی مولف تذکرہ اولیائے ہند نے بھی ۱۸ محرم ۱۰۵۸ھ لکھ کر اپنے بیان کو مصدقہ بنانے کے لئے اقتباس الانوار کا حوالہ دیا ہے[۵۴]۔

(۷) متاخر تذکرہ نویس اعجاز الحق قدوسی صاحب جن کے پیش نظر حدائق داؤدی کا قلمی نسخہ (کراچی) موجود تھا۔ انھوں نے حدائق داؤدی کے حوالہ سے شیخ کا سالِ وفات ۱۰۵۰ھ نقل کیا ہے[۵۵] جو واقعی تعجب خیز ہے۔

درج بالا بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ شیخ محمد صادق گنگوہی کا سالِ وفات ۱۸۔ ۱۹ محرم ۱۰۵۱ھ ہے۔

شیخ داؤد گنگوہی کا سالِ وفات:

مفتی صاحب کی کتاب خزینۃ الاصفیا، طبع اول لاہور میں شیخ داؤد کے حالات موجود نہیں لیکن یکایک اس کے دوسرے ایڈیشن میں مفتی صاحب نے سواطع الانوار (اقتباس الانوار) کے حوالہ سے شیخ داؤد کے حالات قلم بند فرما کر (شب جمعہ ماہ پنجم رمضان) ۱۰۹۵ھ شیخ کا سالِ وفات نظم کر دیا[۵۶]۔

حقیقت یہ ہے کہ مفتی صاحب کی محولہ کتاب سواطع الانوار شیخ داؤد کے سال وفات سے یکسر خالی ہے۔ اس باب میں اقتباس الانوار کے مؤلف کا بیان ملاحظہ فرمائیں:

"... وسنہ وفات آنحضرت شیخ داؤد تاکنوں معلوم ایں احقر نہ شدہ کہ نوشتہ آید اگرچہ وفات آں حضرت ششم ماہ رمضان واقع شدہ"[۵۷]

---

[۵۳] نزہۃ الخواطر ۳۷۷/۵ [۵۴] تذکرہ اولیائے ہند جلد دوم ص۱۰۱ مطبوعہ دہلی

[۵۵] شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات ص ــــ

[۵۶] خزینۃ الاصفیار جلد اول ص۴۸۵ [۵۷] اقتباس الانوار ص۳۱۶

لیکن تعجب ہے کہ مفتی صاحب نے اس کے باوجود ۱۰۹۵ھ سالِ وفات کیوں کر نظم فرمادیا۔

حدائق داؤدی میں ہے:

"روز یکشنبہ ششم از ماہ رمضان المبارک بسنہ یکہزار و ہفتاد و سہ از ہجرت وقت چاشت بود .... کہ آں آفتاب عالم تاب (شیخ داؤد) درہمیں ازیں عالم فانی (بہ عالم بقا رحلت نمود[۵۸])

فرحت الناظرین میں ہے:

(شیخ داؤد گنگوہی) در سنہ پنجم جلوس والا (عالمگیر) از دارِ محنت بہ نزہتہ گاہِ جنت رحلت نمود[۵۹]"

اورنگ زیب عالمگیر یکم ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ / ۲۱ اپریل ۱۶۵۸ء کو تخت نشین ہوا اس میں ایک سالِ رواں کے اشتراک سے پنجم جلوس عالمگیر ۱۰۷۳ھ کے مطابق ہوگا[۶۰] اور یہی شیخ داؤد کا سالِ وفات ہے

۱۰۷۳ھ (سال وفات شیخ داؤد) کے معتبر اور صحیح ترین ہونے کے قرائن حسب ذیل ہیں:

(۱) اقتباس الانوار اور حدائقِ داؤدی معاصر اور ہم سال تالیف ہوئیں اور ان کے نقل کردہ ماہِ وفات آپس میں منطبق ہیں یعنی ششم ماہِ رمضان (اقتباس) ششم از ماہ رمضان المبارک (حدائق)

(۲) فرحت الناظرین بھی اس سلسلہ کا قدیم اور مستند ماخذ ہے جس میں شیخ داؤد کا سالِ وفات

---

۵۸ حدائقِ داؤدی ص ۲۹۵ نسخہ ہذا کا یہ حصہ نہایت کرم خوردہ ہے اس لیے بریکٹ کے الفاظ عبارت کا تسلسل قائم رکھنے کے لیے بڑھائے گئے ہیں۔

۵۹ فرحت الناظرین مولفہ محمد اسلم اورینٹل کالج میگزین مئی و اگست ۱۹۲۸ء

۶۰ ایضاً

۱۰۷۳ھ درج ہے جو حدائق داؤدی کے مندرجہ سال کے درست ہونے کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔

درج ذیل مولفین کے بیانات بہت متضاد ہیں

(۱) محمد حسن صابری صاحبِ تواریخ آئینۂ تصوف نے پھر انھیں الہامی کتابوں کے حوالہ سے شیخ داؤد کا سالِ وفات ۶ رمضان ۱۰۸۰ھ نقل کیا ہے۔

(۲) مرزا آفتاب بیگ مولف تحفۃ الابرار نے خزینۃ الاصفیار کی تقلید میں شیخ داؤد کا سالِ وفات ۱۰۹۵ھ لکھ کر اقتباس الانوار، حدیقۃ الاولیار، تذکرۃ المشائخ محض اپنے بیان کو مستند بنانے کیلئے مزین کیے ہیں۔[61]

(۳) امام بخش بن پیر بخش مولف حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار نے بھی یہی سنہ لکھکر اقتباس الانوار (سواطع الانوار) کا حوالہ دیا ہے جو فی الحقیقت خزینۃ الاصفیار کی تقلید ہے۔[62]

(۴) مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی نے انوار العاشقین[63] اور تحفۃ السالکین[64] میں شیخ داؤد کا سالِ وفات تحریر نہیں کیا۔

(۵) مولانا عبدالحی مرحوم مولف نزہۃ الخواطر نے بھی خزینۃ الاصفیار کی تقلید میں شیخ داؤد کا سالِ وفات ۱۰۹۵ھ تحریر فرمایا ہے۔[65]

(۶) متاخر تذکرہ نویس اعجاز الحق قدوسی صاحب نے بھی خزینۃ اصفیار اور نزہۃ الخواطر کی تقلید کی ہے نیز انھوں نے شیخ داؤد گنگوہی کے حالات اور سالِ وفات کے باب میں اخبار الاخیار مولفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بھی حوالہ دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اخبار الاخیار ۹۹۶ھ میں تالیف ہوئی اور شیخ داؤد گنگوہی ۱۰۷۳ھ میں فوت ہوئے۔

درج بالا بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ شیخ محمد صادق گنگوہی کا سالِ وفات ہژدہم یا نوزدہم محرم ۱۰۵۱ھ اور شیخ داؤد گنگوہی کا سالِ وفات ششم رمضان ۱۰۷۳ھ درست تصور کیا جائے۔

---

[61] تحفۃ الابرار (کلیات جلد ولیہ) ص ۱۷۹ تا ص ۱۸۰ حصہ چشتیہ۔ [62] حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار ص ۲۲۴

[63] انوار العاشقین ص ۱۰۱ [64] تحفۃ السالکین ص ۱۸ [65] نزہۃ الخواطر ۵/۱۴۴

حدائقِ داودی کے نقائص: یہ تذکرہ قدیم تذکرہ نویسوں کی تقلید میں لکھا گیا ہے اس لیے کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی بلکہ جو واقعہ جس وقت یاد آیا یا کسی معتبر بزرگ سے سنا اُسے قلمبند کر لیا۔ قدیم روش کے مطابق کرامات بیان کرنے میں رطب و یابس سے کام لیا گیا ہے۔ تاہم اس کتاب کو محض کرامات کا مجموعہ کہہ کر اس کی اہمیت کو گھن نہیں لگایا جا سکتا کیوں کہ اس وقت اسی قسم کے تذکرے لکھنے کا رواج تھا۔ مصنف کی زبان فارسی عام تذکرہ نویسوں کی طرح ادیبانہ نہیں بلکہ بعض جگہ قواعد کے اغلاط بھی پائے جاتے ہیں اور اکثر مقامات پر عبارتیں غیر مربوط ہو کر رہ گئی ہیں۔

ماخذ مقالہ ہٰذا

۱۔ معارج الولایت مولفہ عبداللہ خویشگی خطی نسخہ ذخیرۂ شیرانی مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ۶۲۸۱

۲۔ معارج الولایت مولفہ عبداللہ خویشگی خطی نسخہ ذخیرہ آذر " " " " ۲۵۸

۳۔ حدائق داودی مولفہ غلام عبدالقدوس خطی نسخہ ذخیرۂ شیرانی " " " ۱/۸۷۶/۳۹۲۸

۴۔ مفتاح العارفین مولفہ عبدالفتاح بن محمد نعمان خطی نسخہ شیرانی " " " ۱۶۱۳/۴۲۶۳

۵۔ تذکرۂ نوشاہیہ مولفہ حافظ محمد حیات نوشاہی خطی نسخہ شیرانی " " "

۶۔ انیس العاشقین مولفہ گھاسی مرید شیخ محمد چشتی رامپوری خطی نسخہ شیرانی " ۱۹۶/۳۲۰۲

۷۔ طبقات الاولیاء بسال ۱۰۶۵ھ خطی نسخہ شیرانی ۱۰۳۵/۴۰۸۷

۸۔ اخبار الاولیاء درحالات وملفوظات شاہ علی محمد مولفہ محمد امیر بسال ۱۱۳۹ھ نمبر ۲۰۹/ ۳۲۱۴

۹۔ فرحت الناظرین مولفہ محمد اسلم بن محمد حفیظ اوٹوگراف مخزونہ دانش گاہ پنجاب

۱۰۔ شجرۃ الانوار فخری مولفہ مولانا رحیم بخش فخری مرید شاہ فخر الدین دہلوی خطی نسخہ مملوکہ مولانا شمس الدین مرحوم (لاہور) المتوفیٰ[۲۶] ۱۱ر جنوری ۱۹۶۸ء

۲۶ھ راقم الحروف نے مخدومی مولوی شمس الدین مرحوم کی تاریخ وفات اپنے سابقہ مضمون (فہرست مخطوطات شیرانی الخ معارف جنوری ۱۹۶۹ء) میں ۸ر جنوری لکھی تھی جو درست نہیں۔ شجرۃ الانوار کا مذکورہ نسخہ اب کراچی میوزیم میں منتقل کر دیا گیا۔ نیز اس کا ایک اور قلمی پروفیسر خلیق احمد نظامی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پاس بھی موجود ہے۔

۱۱۔ ثمرات القدس مولفہ لعل بیگ لعلی سنہ کتابت ۱۲۷۸ھ خطی نسخہ مملوکہ جناب نصرت نوشاہی شرقپور پاکستان

۱۲۔ اقتباس الانوار مولفہ محمد اکرم براسوی مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ۱۸۹۳ء

۱۳۔ خزینۃ الاصفیاء مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری مطبع ثمر ہند لکھنؤ ۱۸۷۳ء

۱۴۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار مولفہ امام بخش بن پیر بخش مطبوعہ ؟

۱۵۔ مکتوبات قدوسیہ جامع بدھن رکن صدیقی جونپوری مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۲۸۷ھ

۱۶۔ منتخب مکتوبات قدوسیہ باہتمام مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۳ھ

۱۷۔ عمدۃ المقامات مولفہ خواجہ محمد افضل مطبوعہ لاہور ۱۳۵۵ھ

۱۸۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ مولفہ شاہ محمد مظہر بن شاہ احمد سعیدؒ مطبوعہ اکمل المطابع دہلی ۱۲۸۲ھ

۱۹۔ ہدیۂ احمدیہ مولفہ مولانا احمد ابوالخیر مکی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۳ھ

۲۰۔ قصر عارفان مولفہ مولوی احمد علی مرتبہ ڈاکٹر محمد باقر مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء

۲۱۔ نزہۃ الخواطر عربی مولفہ مولانا عبدالحی لکھنوی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد

۲۲۔ روضۃ القیومیہ اردو کمال الدین محمد احسان مطبوعہ لاہور ۱۳۳۵ھ

۲۳۔ تواریخ آئینۂ تصوف مولفہ محمد حسن صابری مطبع حسنی رامپور ۱۳۱۱ھ

۲۴۔ تحفۃ الابرار کلیات جدولیہ مولفہ مرزا آفتاب بیگ مطبع رضوی دہلی ۱۳۲۳ھ

۲۵۔ انوار العاشقین مولفہ مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی عثمان پریس دکن ۱۳۳۲ھ

۲۶۔ تحفۃ السالکین " " " " " " محمود پریس دکن

۲۷۔ اذکار نوشاہیہ مولفہ سید شریف احمد شرافت نوشاہی مطبوعہ لاہور

28- Cat. India Office. By Ethe Printed London 1882

29- Cat. Bankipur Vol. VIII, Bankipur.

30- Persian Literature By C. A. Storey London 1953